انّ الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء — عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

غلام احمد قادیانی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۵

تار کا پتہ الفضل قادیان بٹالہ

THE ALFAZL QADIAN

الفضل قادیان

اخبار ہفتہ میں تین بار — فی پرچہ تین پیسے

ایڈیٹر غلام نبی

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (سنہ ۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۶۱ — مورخہ ۱۱ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء — یوم پنجشنبہ — مطابق ۱۳ جمادی الاوّل سنہ ۱۳۴۳ھ — جلد ۱۲

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت تین چار روز سے خراب ہے۔ سر کے درد کے علاوہ سر کے بائیں جانب بے حسی اور ٹھنڈک سی معلوم دیتی ہے۔ گلے میں درد ہے۔ آج (۸۔ دسمبر) سر کے درد کا دورہ تیز ہے۔ گو بے حسی میں قدرے کمی ہے۔

سیدہ امۃ الحی صاحبہ کی بیماری میں جو تدریجاً کمی ہو رہی تھی۔ ۵ دسمبر سے بیماری کچھ پھر عود کر آئی ہے۔ بخار کی زیادتی اور دل کی گھبراہٹ اور کمزوری زیادہ ہے۔ آج بخار بجائے تقریباً ایک سو ڈیڑھ کے جو پچھلے دنوں میں ہوتا رہا ایک سو اور آدھا رہا ہے۔ مگر کمزوری ابھی بدستور ہے۔ ہر وقت متلی کے سبب چوبیس گھنٹہ میں صرف تین چھٹانک دودھ پی سکتی ہیں ٭

ہالینڈ میں تبلیغ اسلام

(رقم زدہ جناب مفتی محمد صادق صاحب)

ملک ہالینڈ میں ایک معزز تعلیم یافتہ لیڈی مس شارلاٹ وانبرِی بڈ نے ڈچ زبان میں ترجمہ قرآن شریف پڑھ کر اسلام کے متعلق مزید حالات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اور یہ معلوم کر کے کہ امریکہ میں ایک رسالہ مسلم ورلڈ کے نام سے شائع ہوتا ہے اس نے اس کا ایک پرچہ منگوایا۔ مگر یہ دیکھ کر اسے بہت مایوسی ہوئی۔ کہ وہ رسالہ مسلمانوں کی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ عیسائیوں نے دین اسلام کے خلاف مضامین لکھنے کے واسطے اس کو جاری کیا ہوا ہے۔ حسن اتفاق سے اس رسالہ میں ایک مضمون ہمارے امریکہ کے مشنری مولوی محمد دین صاحب کا بھی تھا۔ اس میں مولوی صاحب کا پتہ بھی لکھا ہوا تھا۔ اس پر مس بڈ نے مولوی محمد الدین صاحب کو خط لکھا۔ مولوی صاحب موصوف نے خود بھی جواب لکھا اور مجھے بھی وہ خط بھیجا۔ جس سے میری اور مولوی صاحب دونوں کی خط و کتابت اس سے شروع ہوئی۔ کچھ کتابیں یہاں سے بھیجی گئیں۔ اور دیگر حالات بذریعہ خطوط لکھے گئے۔ جب مکرمی چودھری ظفر اللہ خان صاحب نے یورپ جانے کا ارادہ کیا۔ تو میں نے انہیں مس بڈ کا بھی ایڈریس دیا۔ تاکہ سفر یورپ کے ایام میں اُسے ضرور ملیں۔

چودھری صاحب موصوف لنڈن کے کام سے فارغ ہو کر ایروپلین پر سوار ہوتے ہوئے ہالینڈ پہونچے۔ اور ان کی تبلیغ سے مس صاحبہ کا شوق و ذوق دین اسلام کے متعلق اس قدر بڑھا کہ اس نے کھلے میدان دین محمدی کو قبول کر کے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت بذریعہ تحریر کی۔ اور صرف یہی نہیں کہ وہ خود مسلمان ہوئی۔ بلکہ اوروں کو بھی دین اسلام کی تبلیغ کرنے میں نہایت جوش کے ساتھ مصروف ہے۔ اس کے تازہ خط جو میرے پاس آیا ہے۔ کچھ اقتباس ناظرین کے واسطے درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"جو خوشی مجھے دین اسلام میں داخل ہونے سے ہوئی۔

ہے۔ میں اُس کا اظہار الفاظ میں نہیں کر سکتی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے۔ کہ میں ایک نہایت ہی خوبصورت نئے گھر میں داخل ہوئی ہوں۔ جس کا حسن اور زیب و زینت کامل ہے۔ پہلے میں دُور سے اس کی خوبصورتی دیکھ رہی تھی۔ مگر اس کا اندازہ نہ اس کے باہر سے بڑھ کر میں نے خوشنما اور آرام دہ پایا ہے۔ میں نہیں جانتی۔ کہ مجھے کیوں اتنی بڑی نعمت عطا ہوئی۔ یقیناً یہ بات میری نیکی یا راست بازی سے حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ خدا کے فضل سے ہوئی ہے۔ میں اپنے ارد گرد ہزار ہا آدمی ایسے دیکھتی ہوں۔ جو مجھ سے بڑھ کر اس نعمت کے مستحق معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کے خط کے ساتھ مجھے شیخ عبد الحمید صاحب کا خط بھی پہنچا ہے۔ جس سے مجھے بہت ہی خوشی ہوئی۔ کہ اس قدر ... ایک اور نیک روح مجھے مبارکباد دینے کے لئے آگے بڑھی ہیں جانتی ہوں۔ کہ اگر میں شب و روز بغیر ایک لحظہ کے وقفہ کے دین اسلام کی خدمت میں لگی رہوں۔ تب بھی جو کچھ مجھے عطا ہوا ہے۔ میں اس کا ہزارواں حصہ بھی ادا نہیں کر سکتی۔ اس امر کے معلوم کرنے سے مجھے خاص اطمینان اور خوشی ہوئی۔ کہ آپ کو ملک ہالینڈ کے متعلق ایک رؤیا ہوا ہے۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ ملک بہت جلد اسلام کو قبول کرنے والا ہے۔ بہت سے لوگ اس ملک میں ایسے ہیں۔ جو اپنے پرانے مذہب کو چھوڑ چکے ہیں۔ اور کسی نئے مذہب کی تلاش میں ہیں۔ ایسے لوگ کئے دن نئی سوسائٹیاں بناتے رہتے ہیں۔ مگر چونکہ ان سوسائٹیوں میں ان کو اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ اس واسطے جس سرعت سے وہ سوسائٹیاں بنتی رہتی ہیں ویسی ہی جلدی سے ٹوٹتی بھی رہتی ہیں۔ بڑی ضرورت اسوقت میرے سامنے یہ ہے۔ کہ سلسلہ کی چند ایک انگریزی کتابیں میرے پاس ہوں۔ اور ان کو میں مختلف سوسائیٹیوں اور کتب خانوں میں رکھواؤں۔ اور ایسے لوگوں کو دوں۔ جو ان کو پڑھ کر دلچسپی حاصل کریں۔ میں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ اور یہاں کی یونیورسٹی کے تین پروفیسروں کو میں نے بعض کتابیں دی ہیں۔ انہوں نے ان کتابوں کو پڑھ کر بہت دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ اور امید ہے۔ کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی خدمت میں خطوط لکھیں گے۔ اور اپنے مزید سوالات پیش کریں گے۔ کاش کہ بہت جلد اس ملک میں ایک اسلامی مشن قائم کیا جا سکتا۔ جب تک یہ ممکن نہیں۔ میں اپنی کوششوں کو اپنی ہمت کے مطابق جاری رکھوں گی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت احمدؑ کو اس ملک کے سامنے پیش کر کے ہر دو کا پیغام ان کو پہنچاتی رہوں گی۔ میں نے اپنے کام کی پہلی ماہواری رپورٹ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں بھیج دی ہے۔ اور حضرت صاحب سے جو ہدایات مجھے آئینگی۔ ان پر عملدرآمد کرتی رہونگی۔ اس ملک کی زبان ڈچ ہے۔ لیکن اکثر لوگ جرمن اور انگریزی زبان سمجھتے ہیں۔ میں آپ کی شکر گزار ہوں۔ کہ آپ نے میرا پتہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو دیا۔ ان کی ملاقات سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ ان سے مجھے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ میں حضرت صاحب کو براہ راست خط لکھ سکتی ہوں۔ اور کہ حضرت صاحب تمام خطوط کو خود کھولتے اور پڑھتے ہیں۔"

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۲۴ء

خدا تعالیٰ کے فضل و احسان کے ساتھ امسال جلسہ سالانہ مورخہ ۲۶، ۲۷ و ۲۸ دسمبر کو منعقد ہوگا۔ پروگرام حسب ذیل ہے۔

پہلا دن ۲۶ دسمبر ۱۹۲۴ء جمعہ

اجلاس اوّل

وقت	مضمون	مقرر
۹ بجے سے ۹½ بجے تک	تلاوت نظم	
۹½ " " ۱۰½ " "	ویدک دھرم اور اسلام	میر قاسم علی صاحب
۱۰½ " " ۱۱ " "	رپورٹ صدر انجمن	سیکرٹری
۱۱ " " ۱۲ " "	مغربی افریقہ کی حالت اور اسلامی میدان عمل اور ہماری ذمہ داری	مولوی عبد الرحیم صاحب نیر

نماز جمعہ و عصر ۲ بجے سے ۳ بجے دن تک

اجلاس دوم

وقت	مضمون	مقرر
۳ بجے سے ۴ بجے تک	بہائی ازم	شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری
۴ " " ۵ " "	وفات مسیح	مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب

دوسرا دن ۲۷ دسمبر ہفتہ

اجلاس اوّل

وقت	مضمون	مقرر
۹ بجے سے ۹½ بجے تک	تلاوت نظم	
۹½ " " ۱۰½ " "	اسلامی شریعت موجودہ زمانہ اور ہر ایک ملک کے لئے موزوں ہے	چوہدری ظفر اللہ خان صاحب
۱۰½ " " ۱۱½ " "	ذکر حبیب علیہ السلام	مفتی محمد صادق صاحب
۱۱½ " " ۱۲ " "	رپورٹ مہتمم نظارات	
۱۲ " " ایک بجے تک	غیر مسلم اقوام ہند میں تبلیغ	چوہدری فتح محمد صاحب

نماز ظہر و عصر ایک بجے سے ۲½ بجے تک

اجلاس دوم

۲½ بجے سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی تقریر شروع ہوگی

تیسرا دن ۲۸ دسمبر اتوار

۹ بجے سے ۹½ بجے تک تلاوت نظم

وقت	مضمون	مقرر
۹½ بجے سے ۱۰½ بجے تک	حضرت مسیح موعود کی بعض پیشگوئیاں جو حال میں پوری ہوئیں	مولوی غلام رسول صاحب راجیکی
۱۰½ بجے سے	رپورٹ بیت المال و اپیل چندہ	ناظر صاحب بیت المال

نماز ظہر و عصر ایک بجے سے ۲½ بجے تک۔

۲½ بجے سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی تقریر شروع ہوگی۔

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل۔ ناظر اعلیٰ قادیان

(نوٹ) مولوی عبد الرحیم صاحب نیر majic Lantern کے ذریعہ سے کسی مناسب رات کے وقت ہائی سکول ہال میں تبلیغ مغربی افریقہ اور حضرت خلیفۃ المسیح کے سفر بلاد غربیہ کے مختلف مناظر دکھائینگے۔

فتح محمد سیال۔ ناظر دعوت و تبلیغ۔ قادیان

ایڈیٹر الفضل تین ماہ کی رخصت پر

میں تین ماہ کی ملٹری ٹریننگ کے لئے چھاؤنی جالندھر جا رہا ہوں۔ چونکہ میری روانگی کے متعلق فوری طور پر فیصلہ ہوا ہے۔ اس لئے افسوس کہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ان تقریروں کے مرتب کرنے کے متعلق جو حضور نے باقی ایڈریسوں کے جواب میں ارشاد فرمائیں۔ کوئی کوشش نہ کر سکا۔ اگر مجھے موقعہ ملا تو میں وہاں سے مرتب کر کے بھیجنے کی کوشش کروں گا۔ ورنہ پھر جب خدا نے توفیق دی۔

میرے بعد اخبار کے انچارج سلسلہ عالیہ احمدیہ میں اخبار نویسی کے بانی مبانی جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ہونگے۔ خدا تعالیٰ ان کی مساعی کے نتیجہ میں الفضل کو بیش از بیش ترقی کرنے کا موقع بخشے۔

میرا اس عرصہ میں حسب ذیل پتہ ہوگا۔

غلام نبی۔ سی کمپنی 1/15 پنجابیز۔ چھاؤنی جالندھر

نئی کتابیں

احمدی جنتری ۱۹۲۵ء میاں محمد یٰسین صاحب تاجر کتب قادیان نے حسب معمول یہ جنتری شائع کی ہے۔ جو علاوہ جنتری کا کام دینے کے تبلیغی ٹریکٹ بھی ہے۔ کیونکہ اس میں بہت سے مفید اور دلچسپ معلومات درج کئے گئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی دو نظمیں جو اس سال الفضل میں شائع ہوئی ہیں۔ چھاپ دی گئی ہیں۔ احباب کو یہ جنتری ضرور منگا کر فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ لکھائی چھپائی اچھی اور کاغذ عمدہ ہے۔ مع ٹائٹل ۲۴ صفحہ حجم ہے۔ قیمت فی جلد ۲/ ۔ محمد یٰسین صاحب تاجر کتب قادیان سے منگوائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
یوم پنجشنبہ - قادیان دارالامان - مورخہ ۱۱؍ دسمبر ۱۹۲۴ء

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں

احمدی افغانان کابل مقیم قادیان کا سپاس نامہ

اور

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا جواب

کابل سے حقیقی انتقام لینے تک اپنے آنسو روکو

۷؍ دسمبر کو ۸ بجے صبح افغان احباب مقیم قادیان نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو معہ رفقائے سفر اور دیگر بہت سے اصحاب کے دعوت چائے دی۔ مٹھائی وغیرہ بھی بافراط پیش کی گئی۔ چائے نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ جسے حضور نے بہت پسند فرمایا۔ دعوت کے بعد تلاوت قرآن کریم مولوی غلام رسول صاحب افغان نے کی۔ نظم اُردو محمد حبیب صاحب افغان نے پڑھی۔ فارسی درثمین کی نظم قربان تست جان من اے یار محسنم خان نیک محمد صاحب نے پڑھی۔ اس کے بعد خان گل محمد صاحب بی اے نے اُردو میں ایڈریس پڑھا۔ جسے سنتے ہوئے اکثر اصحاب کے آنسو رواں ہو گئے۔ پڑھے جانے کے بعد مولانا مولوی عبدالستار صاحب افغان نے حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور پیش کیا۔

ایڈریس حسب ذیل ہے:-

سیدنا و مولانا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدک اللہ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضور کے اس سفر مغرب سے بخیر و عافیت اور مظفر و منصور واپس آنے پر (جو حضور نے دین الحق کی اشاعت کے وسائل معلوم کرنے کے لئے کیا) احمدی افغانان مقیم قادیان اخلاص بھرے دل کے ساتھ خدمت حضور میں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

اے ہمارے امام کامگار! ہمارے دلوں سے رقت اور گداز سے بھری ہوئی دعائیں نکلتی ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ حضور کی اس محنت شاقہ کو اس طرح نوازے۔ کہ جلد سے جلد اسلام کا بول بالا ہو۔ اور احمدیت لوگوں کے دلوں میں جذب ہو جائے۔ اور دنیا کے لوگ جس طرح دنیاوی کاروبار میں مستغرق ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ دیوانہ وار آستانہ الوہیت پر گریں۔

اے ہمارے مقدس امام! حضور کا باوجود کئی ایک سخت مشکلات کے دائرہ میں محصور ہونے کے اپنے نفس کے آرام اور عزیزوں کی خواہشات پر فرائض دین و ملت کو مقدم کرنا اور ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین کا عملی نمونہ دکھانا۔ حضور کو مبارک وصد مبارک ہو۔ وہ مجیب الدعوات حضور کے اس اسوہ حسنہ کے نقش قدم پر چلنے کی ہم لوگوں کو بھی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہماری جانیں اپنے وطن کی اصلاح اور خدمت دین متین میں صرف ہوں۔

اے حسن و احسان میں خدا کے مقدس مسیح کے نظیر! آپ کے اس مبارک سفر نے ہم پر اچھی طرح واضح کر دیا کہ منارہ شرقی پر نزول اجلال فرمانے والا آپ ہی کا مبارک وجود ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا او خلیفۃ من خلفائہ میں آپ ہی کے پاک وجود کی طرف اشارہ تھا ہم اس حقیقت کے کھل جانے پر خدا کے حضور سجدہ شکر بجا لاتے ہیں۔

سیدنا! آپ کا مبارک سفر ایک عظیم الشان فتح و نصرت کا پیش خیمہ ہے۔ اور ہم کو یقین کامل ہے۔ کہ اب بفضل خدا احمدیت کا ایک نیا دور شروع ہو گا۔ ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اور ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ احمدیت کو اب اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا کے آگے پیش کیا جائیگا۔ اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں مبلغ بھیجے جاوینگے۔ اور اس کام کو سرانجام دینے کے لئے تربیت یافتہ مبلغ طیار کئے جاوینگے۔ ہم افغان اپنی کمزوریوں کو محسوس کر رہے ہیں۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ باتیں جو ایک مبلغ کے لئے ضروری ہیں۔ ہم میں صرف خفیف سی جھلک دکھا رہی ہیں۔ اور زبان کی دقت کی وجہ سے ہم ان باتوں کو جلد نہیں حاصل کرسکتے۔ جو اور لوگ کرسکتے ہیں۔ پھر غربت بھی ہماری دامنگیر ہے۔ جو ہماری تعلیم و تربیت میں سخت روک ہے۔ اس لئے ہم وہ لیاقتیں نہیں پیدا کرسکتے۔ جو دوسرے لوگ کرسکتے ہیں۔ مگر ہم یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہم حقیقی مبلغ بن جاویں۔ اور عالموں کی صورت میں باہر جاکر کوئی نمایاں کام کریں۔ حضور ہماری تعلیم و تربیت کا مستقل انتظام فرمادیں۔ تاکہ ہم سب کو اُردو اور عربی کی پوری تعلیم حاصل ہو۔ اور افغانستان میں جاکر سلسلہ کی صحیح تعلیم پھیلا سکیں۔ اور سچی رُوح دوسروں میں پیدا کرسکیں وہاں جو لوگ احمدی ہو چکے ہیں۔ ان کو پختہ بنالیں۔ وہاں اکثر احمدی ایسے ہیں۔ جو کسی کے اثر سے احمدی ہو چکے ہیں۔ لیکن وہ احمدیت سے ناواقف ہیں۔ اور ان میں وہ جرأت مفقود ہے۔ جو باعلم احمدی میں ہوتی ہے۔ تھوڑے ہیں۔ جو سلسلہ کی تعلیم سے کسی قدر آگاہ ہیں۔ اگر ایک مکمل نظام تبلیغ افغانستان کے لئے قائم کیا جائے۔ اور ہم لوگوں کو اس کے لئے تیار کیا جائے۔

تو انشاء اللہ کامیابی ضرور ہوگی۔ سرحد اور افغانستان میں ایک نقص یہ ہے۔ کہ بغیر قوم میں شامل رہنے کے وہاں آدمی کا رہنا ناممکن ہے۔ جو کوئی وہاں کے بدعات اور رسم و رواج میں شامل نہ ہو۔ اس کو قوم غیر سمجھتی ہے۔ اور اسکی جان ہمیشہ معرض خطر میں ہوتی ہے۔ افغانستان کی زمین خون کی پیاسی ہے۔ اور خون بہانا وہاں کوئی بڑی بات نہیں۔ اس کی مثال یہ ہے ایک دفعہ یوسف زئی کا ایک رئیس انگریزوں کی طرف سے امیر عبدالرحمٰن خان صاحب کے پاس بطور سفیر گیا تھا۔ عین کھانا کھانے کے وقت دو مجرم پیش کئے گئے۔ جن کو وہیں قتل کرنے کا امیر نے حکم دیا۔ تلواریں ان پر پڑنے لگیں۔ اور خون کے چھینٹے دسترخوان پر گرنے لگے۔ اس رئیس نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ امیر نے دیکھ کر کہا کہ آپ نے کیوں ہاتھ واپس کر لیا۔ یہاں تو رنگین پنجے سے کھانا کھانا پڑتا ہے۔

حقیقت میں سرحد اور افغانستان میں انسانی سر کی قیمت کچھ بھی نہیں۔ ہم اس کو خوب جانتے ہیں۔ لہذا ہم بھی اپنے سر کی قیمت کچھ نہیں سمجھتے۔ اور اس خطرہ کو ایمان سے مسلح پایا ہیچ سمجھتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ افغانستان میں احمدیت پھیلیگی۔ خدا کرے یہ ہمارے ہاتھوں سے ہو۔ سرحد پر ہمارے رستے میں ایک اور بھی روک ہے۔ وہ یہ کہ پشاور۔ کوہاٹ اور بنوں میں غیر مبایع بھی ہیں۔ اور وہ لوگوں کو ہمارے برخلاف اُکساتے ہیں بنوں اور کوہاٹ میں اکثر ایسے احمدی غیر مبایع ہو گئے۔ جو احمدیت سے ناواقف تھے۔ اور لوگوں کے زیر اثر تھے۔ چنانچہ ان دو مقامات میں ان کی قائم کردہ انجمن ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں وہاں کے مبایعین احمدی باشندے کم ہیں۔ ہاں پنجابی احمدی ملازم پیشہ ہیں۔ مگر ان کا اثر افغانوں پر نہیں۔ پشاور میں اگر غیر مبایعین

موجود ہیں۔ تو ان کے مقابلہ پر مبایعین طاقتور ہیں۔ چونکہ کوہاٹ اور بنوں علاقہ خوست کا دروازہ ہے۔ لہذا ان اضلاع کی طرف بھی توجہ چاہیئے۔

سیّدنا! ہماری جانیں آپ پر قربان۔ ہم سلسلہ حقہ کی خاطر ہر مُصیبت جھیلنے پر آمادہ ہیں۔ اپنے شہداء کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ اور اپنی جانوں کو حضور کے سپرد کرتے ہیں۔ افغانوں میں وہ شخص نہایت ہی ذلیل خیال کیا جاتا ہے جو اپنا بدلہ نہیں لے سکتا۔ حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید کی سنگساری کے بعد واقعی ہم اپنے آپ کو ذلیل خیال کرتے ہیں۔ ہمیں کابل سے بہت بدلے لینے ہیں۔ ہمارے بھائیوں کو سنگسار کر دیا گیا۔ ان کو قید خانوں میں ڈالکر تکلیفوں کے ساتھ مار ڈالا گیا مالی نقصانات پہنچائے گئے۔ ہمارے دل میں یہ جذبہ موجزن ہے، کہ ہم بھی اپنا بدلہ لیکر سرخرو ہوں۔ قومی جوش ہمیں اس بات پر مجبور کرتا ہے۔ کہ ہم جس طرح ہو سکے۔ جان کے بدلے جان لیں مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہم کو ہدایت دی۔ اب ہم اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہیں جوش تو موجود ہے مگر رُخ دوسرا ہے۔ یعنی بجائے اس کے کہ ہم کسی کا خون کریں۔ ہمارے اندر سے یہ آواز نکلتی ہے کہ ہم انتقام لینے والے جوشوں کے ساتھ اس کام کو جاری رکھیں۔ جس کے دبانے کے لئے کابل کوشش کر رہا ہے۔ اور اس راستہ پر چلیں۔ جس پر ہمارے شہداء چلے۔ کابل میں ایک میدان ہے۔ جس کی بابت مشہور ہے۔ کہ یہاں مہدی کی فوج کفار سے لڑیگی۔ سو وہ میدان ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ اور ہم حضور کی فوج اسی میدان میں کفار کے ساتھ لڑنے کے لئے بالکل آمادہ ہیں جس طرح حکم ہو۔ اسپر عمل کرنا اپنا ایمان خیال کرتے ہیں۔ خداوند کریم ہمیں ہمت و توفیق دے۔ کاش! کہ ہمیں بھی وہ درجہ نصیب ہوتا جو ہمارے شہید بھائیوں کو ہوُا۔ نعمت اللہ خان کی شہادت احمدیت کی ترقی کے لئے ہوئی۔ اگرچہ دشمنوں نے نقصان دینے کے لئے تجویزیں کی ہیں۔ حضور نے شہید مرحوم کے بارے میں جو ذرہ نوازی کی ہے۔ ہم اسکے مشکور ہیں۔ اور ہمیں اس قدر تقویت ہوئی ہے۔ جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ شہید مرحوم مولوی عبد اللطیف صاحب نے اپنی شہادت سے بہت پہلے فرمایا تھا۔ کہ کابل کی زمین میرا خون چاہتی ہے۔ اور اسی سے ہمیں ترقی نصیب ہوگی۔ بغیر خون کے کابل کی زمین میں اصلاح نہیں ہو سکتی۔ جب ہم خوشی خوشی جانیں دیں۔ تب وہاں ترقی ہوگی۔

نعمت اللہ خان کے سنگسار ہونے پر اگرچہ ہم کو رنج تو ضرور ہے۔ مگر خوشی اس بات کی ہے۔ کہ مرحوم ٹھیک اس راستے پر چلا۔ جس پر صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب چلانا چاہتے تھے۔ سو حضور ہمارے لئے ایسی تجاویز فرمائیں۔ کہ جن سے ہماری دلی آرزو پوری ہو۔ اور احمدیت کا بول بالا ہو۔

ہم اخیر میں پھر حضور کے کامیاب سفر پر مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

ہم ہیں حضور کے غلام

احمدی افغانان قادیان دارالامان

یہ ایڈریس پڑھے جانے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل تقریر فرمائی:۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تقریر

اِسوقت جو ایڈریس ہماری جماعت کے افغان بھائیوں کی طرف سے پڑھا گیا ہے۔ اس کے اس حصہ کے متعلق جس میں ہماری واپسی پر خوشی کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور آیندہ کے متعلق دُعا کی گئی ہے۔ مَیں اپنی طرف سے بھی اور اپنے ہمراہیان سفر کی طرف سے بھی جزاکم اللہ احسن الجزاء کہتے ہوئے اس حصہ کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ جو نہایت ہی اہم ہے اور نہایت ہی عظیم الشان امر کے متعلق ہے۔ کیا بلحاظ واقعہ کی نوعیت کے۔ اور کیا بلحاظ وقتی کیفیات کے یعنی

مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید کا واقعہ

بعض واقعات دُنیا میں اس رنگ کے ہوتے ہیں۔ کہ وہ ایک وقت میں بہت بڑا اثر رکھتے ہیں۔ مگر بعد میں ان کا اثر باقی نہیں رہتا۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جو اپنے زمانہ میں تو معمولی سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن بعد میں عظیم الشان تغیّر پیدا کر دیتے ہیں۔ اور ایک واقعات وہ ہوتے ہیں۔ کہ اپنے وقت میں بھی اور بعد میں بھی عظیم الشان اثر چھوڑتے ہیں۔

پہلی قسم کے واقعات کی مثال

یعنے ایسے واقعات جو اپنے زمانہ میں دنیا کو ہلا دیتے اور تہلکہ ڈال دیتے ہیں۔ مگر بعد میں ان کا کچھ بھی اثر نہیں رہتا۔ جھوٹے مدعیوں کی مثال ہے۔ ایسے لوگوں میں سے بعض اپنی ہوشیاری اپنی ذکاوت اور اپنی منصوبہ بازیوں سے ایک شور برپا کر دیتے ہیں اور دُنیا سمجھتی ہے کہ عالم کو ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک ہلا دینگے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کا سارا زور شور مٹ جاتا ہے۔ حالات بالکل بدل جاتے ہیں سمندر ساکن ہو کر چادر کی طرح ہو جاتا ہے۔ گویا طوفان تھا۔ جو آیا اور گذر گیا۔ اور

دوسری قسم کے واقعات کی مثال

یعنی جو اپنے زمانہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ لیکن آہستہ آہستہ ان میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اور عظیم الشان اثر پیدا کر دیتے ہیں۔ سچے مدعیوں کی مثال ہے۔ یہ جب پیدا ہوتے ہیں۔ تو انکی حالت اور آواز ایسی کمزور ہوتی ہے کہ اکثر لوگ خیال کرتے ہیں۔ ایسے وعدے کرنا جنون ہے۔ لیکن وہ اس گولہ کی طرح یا اس پتھر کی طرح ہوتے ہیں۔ جو برفانی پہاڑ کی چوٹی سے گرتا ہے۔ نئی نئی برف پڑی ہوتی ہے۔ اس لئے نرم نرم برف اس کے ساتھ چمٹنی شروع ہو جاتی ہے جس سے وہ بڑا گولہ بن جاتا ہے۔ اور جوں جوں وہ نیچے آتا جاتا ہے۔ اور برف اس کے ساتھ چمٹتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس میں ایسی حرارت ایسی بجلی۔ ایسی کشش اور ایسا جذب پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے ساتھ پتے۔ شاخیں بلکہ درخت بھی لپیٹتا جاتا ہے۔ اور پھر اس میں اس قدر قوت اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ گاؤں کے گاؤں اپنے ساتھ کھینچنے لگتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے نبیوں کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ ابتداء میں دنیا ان کے دعویٰ کو سُن کر حیران ہوتی اور خیال کرتی ہے۔ کہ کیا یہ تغیّر پیدا کر سکیں گے؟ مگر روز بروز ان کی طاقت بڑھتی جاتی۔ اور دن بدن ان میں زیادہ سے زیادہ جذب پیدا ہوتا جاتا ہے۔ وہ ابتداء میں ایک بیج کی طرح ہوتے ہیں۔ اور اس بیج کی طرح جسے ہوا بھی اُڑا کر لے جا سکتی ہے یا اس تنکہ کی طرح جسے چھوٹا بچہ بھی اُٹھا کر توڑ سکتا ہے۔ مگر کون جانتا ہے۔ کہ جب وہ

خدا کے الہام کے پانی کے نیچے

آتے ہیں۔ تو اس قدر قوت اور طاقت ان میں پیدا ہو جاتی ہے کہ ساری دُنیا بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ ان کی مثال سپنج کی سی ہوتی ہے۔ وہ اس طرح اپنے ارادوں اور خواہشوں کو اپنے اندر سے نکال دیتے ہیں۔ جس طرح سپنج اپنے اندر کے مادہ کو نکالکر خالی ہو جاتا ہے۔ وہ اس وقت ایک خالی برتن کی طرح ہوتے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ کے الہام کی بارش کے نیچے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اس پانی سے بھرنے شروع ہو جاتے ہیں۔ چونکہ ان کے جسم کا ہر ذرہ خالی برتن کی طرح ہوتا ہے۔ اس لئے اسقدر بھرتے ہیں کہ ان کا اٹھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ ایسے عظیم الشان تغیّر پیدا کرتے ہیں کہ دنیا حیران ہو جاتی ہے۔

تیسری قسم کے واقعات

ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جو اپنے وقت میں بھی عظیم الشان اثر پیدا
کرتے ہیں۔ اور بعد میں بھی۔ ان کی ایک مثال شہیدوں کی شہادت
ہے۔ یہ اپنے وقت میں بھی دنیا میں شور پیدا کر دیتی ہے۔ اور بعد
میں بھی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے فطرت انسانی میں یہ بات رکھی ہے
اور جب تک انسان زندہ ہے۔ اور اس کے جذبات اور احساسات
زندہ ہیں۔ خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ اس میں یہ بات پائی
جائے گی۔ کہ وہ ظلم اور تعدی کو ناپسند کرتا ہے۔ اور فطرت جبتک
مرتی نہیں۔ کوئی مذہب اسے دبا نہیں سکتا۔ ہندو مذہب باوجود
بت پرستی کی تعلیم کے عیسائیت باوجود کفارہ کے مسئلہ کے۔ یہودیت
باوجود انبیاء پرستی کے۔ زرتشتی مذہب باوجود نار اور آب پرستی کے
یا اور مذاہب باوجود قسم قسم کی بدعات اور حیاسوز تعلیمات کے
انسانی فطرت کو دبا نہیں سکے۔ اور جب نہیں

ظلم اور تعدی

ہوگی۔ ہر انسان کے دل سے یہ آواز نکلے گی۔ کہ اس کو برداشت
نہیں کرنا چاہئے۔ اور جب بھی ظلم وستم کے واقعات دنیا میں رونما
ہوں۔ وہ ایک عالمگیر ہیجان اور جوش پیدا کر دیتے ہیں۔ ایسے
اوقات میں

ایک دوسرا فریق

بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ اور وہ وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جن کی فطرتیں
مر جاتی ہیں۔ اور فطرت اس وقت تک نہیں مرتی۔ جب تک کوئی
انسان اس سے بالکل دوسری طرف نہ نکل جائے۔ انسانی فطرت آگ
کی طرح ہوتی ہے۔ اور جو آگ کے پاس کھڑا ہو۔ ضروری ہے کہ گرمی
محسوس کرے۔ اس لئے جو فطرت کے پاس کھڑا ہوتا ہے۔ اسے بھی
وہ کھینچ لیتی ہے۔ لیکن جو دور نکل جاتے ہیں۔ ان پر اثر نہیں ہوتا۔ ایسے
لوگوں میں ظلم و جور کے واقعات سے ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ مگر وہ
بالکل دوسری قسم کا ہوتا ہے۔ جب وہ انسانی خون گرا ہوا دیکھتے ہیں
تو اور خون گرانا چاہتے ہیں۔ پس ایسے واقعات سے دونوں قسم کے
لوگوں میں جوش اور ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔ جن کی فطرتیں مردہ
نہیں ہوتیں۔ ان میں اس لئے جوش پیدا ہوتا ہے۔ کہ ظلم وستم ہوا۔
اور جن کی فطرتیں مردہ ہوتی ہیں۔ اور وہ زیادہ ظلم کے خواہشمند
ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کی مثال اس چیتے کی سی ہوتی ہے۔ جس کے منہ
میں ایک دفعہ انسانی خون لگ جائے۔ تو وہ ہمیشہ اس کا منتظر رہتا
ہے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی چاہتے ہیں۔ کہ اور ظلم کریں

مولوی نعمت اللہ خانصاحب کی شہادت

اسی قسم کے واقعات میں سے ایک واقعہ ہے۔ جس نے اس وقت دنیا میں
شور اور تہلکہ مچا دیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ جو ہمارے مذہب کے
مخالف ہیں۔ وہ بھی ایسے رنگ میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہے
ہیں۔ کہ اس طرح کوئی احمدی بھی نہیں کر سکتا۔ لنڈن میں جب اس
ظلم کے خلاف اظہار نفرت کا جلسہ ہوا۔ تو اس جلسہ میں یکے بعد
دیگرے تین معزز اور با اثر پادریوں نے تقریریں کیں۔ ان میں سے
ایک نے کہا۔ ۱۹ سو سال ہوئے۔ جب حضرت مسیح آئے تھے۔ اس وقت
ان کے حواریوں نے جو قربانیاں کیں۔ ان کی مثال اگر کہیں نظر
آتی ہے۔ تو اس زمانہ کے احمدیوں میں۔ اسی طرح سب نے نہایت
زور دار تقریریں کیں۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ یہ شہادت صرف احمدیت
کے لئے نہیں۔ بلکہ اس اصل کی خاطر ہے۔ کہ انسان سچائی کو کسی
دوسرے کے کہنے اور جبر کرنے پر نہیں چھوڑ سکتا۔ اس قسم کی
تقریریں کرنے والے وہ لوگ تھے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ و
آلہ وسلم سے بھی بڑھا کر حضرت مسیح کو مانتے ہیں۔ اور اگر حضرت
مسیح کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ تو بھی انہیں ایسی عظمت دیتے ہیں
کہ کسی اور انسان کو ان کے مساوی نہیں سمجھتے۔ ان کا یہ تسلیم کرنا
حضرت مسیح کے زمانہ کی قربانیوں کا نمونہ سوائے احمدیوں کے اور
کہیں نہیں ملتا۔ اس امر کا اعتراف کرنا ہے۔ کہ ویسا ہی انسان اس
زمانہ میں پیدا ہوا ہے۔ جس کی تربیت سے ویسے ہی شہید پیدا
ہو رہے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح کی تعلیم سے پیدا ہوئے تھے۔
اور یہ انسان

حضرت مسیح کے مشابہ

ہے۔ گویا ان لوگوں نے زبان سے تو حضرت مسیح موعود کی صداقت
کا اعتراف نہیں کیا۔ مگر جب انہوں نے کہا۔ کہ حضرت مسیح کے زمانہ
کی قربانیوں کا نمونہ جماعت احمدیہ میں نظر آتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود
کے مثیل مسیح ہونے کا اقرار کر لیا۔

یہ تو اس واقعہ کا موجودہ اثر ہے۔ آئندہ کے لئے میرے
نزدیک یہ واقعہ اور بھی زیادہ اثر اور اہمیت پیدا کرنے والا ہے
اور اس کے متعلق

حضرت مسیح موعود کی ایک پیشگوئی

بھی ہے۔ جس کی طرف اب میرا خیال نہیں گیا۔ بلکہ جب وہ شائع کی
گئی تھی۔ اسی وقت میرا یہی خیال تھا۔ جو اب ہے۔ وہ پیشگوئی یہ ہے
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تذکرۃ الشہادتین کے
صـ۵۵ میں سید عبداللطیف صاحب شہید کے واقعہ شہادت کا ذکر
کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں نے ایک کشفی نظر میں دیکھا۔ کہ ایک درخت سرو کی ایک
بڑی لمبی شاخ جو نہایت خوبصورت اور سرسبز ہے۔ ہمارے
باغ سے کاٹی گئی ہے۔ اور وہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہے۔
تو کسی نے کہا۔ اس شاخ کو اس زمین میں جو میرے مکان کے
قریب ہے۔ اس بیری کے پاس لگا دو۔ جو اس سے پہلے کاٹی
گئی تھی۔ اور پھر دوبارہ اُگے گی۔ اور ساتھ ہی مجھے یہ وحی
الٰہی ہوئی۔ کہ کابل سے کاٹا گیا۔ اور سیدھا ہماری طرف آیا"۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام صاحبزادہ
سید عبداللطیف صاحب کی شہادت کے بعد ہوا۔ اور اس میں ایک
خبر دی گئی ہے۔ جب یہ الہام لکھا گیا۔ اس وقت بھی اور بعد میں بھی
جتنی دفعہ میں نے اسے پڑھا۔ یہی سمجھا۔ کہ یہ اور واقعہ کے متعلق ہے
صاحبزادہ صاحب مرحوم کے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو شہید ہو چکے
تھے۔ اور جب شہید ہوئے۔ ہماری طرف ہی تھے۔ اس وجہ سے میرا
خیال تھا۔ کہ کوئی اور واقعہ ہوگا۔ چنانچہ اب جب کہ مولوی نعمت اللہ
خانصاحب کی شہادت کا واقعہ ہوا۔ تو خدا تعالےٰ نے سامان بھی ایسے
پیدا کئے۔ کہ وہ مقبرہ بہشتی جس کے بنانے کی یہ غرض ہے۔ کہ جماعت
کے صلحاء اس جگہ جمع ہوں۔ اس میں شہید کا کتبہ لگا دیا گیا۔ اور اس
طرح ثابت ہو گیا۔ کہ موجودہ زمانہ میں صلحاء جہاں جمع ہیں۔ وہاں سے
لایا گیا۔ پھر حضرت مسیح موعود کو جو رویا دکھائی گئی۔ وہ بھی عجیب ہے
اس میں آپ کو

سرو کی شاخ

دکھائی گئی۔ اور کہا گیا۔ کہ اسے اس بیری کے پاس لگا دو۔ جو اس
سے پہلے کاٹی گئی تھی۔ اس سے بھی ظاہر ہے۔ کہ سرو کی شاخ اور
تھی۔ اور اس سے پہلے ایک بیری کاٹی گئی تھی۔ سرو کی شاخ اور
بیری کا درخت بھی اپنے اندر عجیب حکمت رکھتے ہیں۔ بیری جو پہلے
کاٹی گئی تھی۔ اس سے مراد سید عبداللطیف صاحب تھے۔ انہیں بیری
قرار دیکر اس طرف اشارہ کیا گیا۔ کہ وہ پھل دار یعنی صاحب اولاد تھے
اور سرو کی شاخ سے یہ مراد تھی۔ کہ بیری کے بعد جو شاخ کاٹی جائیگی
وہ پھل دار نہیں ہوگی۔ چنانچہ مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی ابھی
تک شادی بھی نہ ہوئی تھی۔ کہ شہید کر دیئے گئے۔ اس سے صاف
معلوم ہوتا ہے۔ کہ سرو کی شاخ جو کاٹی گئی۔ اس سے مراد وہی تھے۔
پھر الہام کے یہ الفاظ کہ

کابل سے کاٹا گیا

اور سیدھا ہماری طرف آیا"۔ یہ بھی عجیب ہیں۔ بائبل میں آتا ہے۔
کہ جب حضرت لوط کی قوم کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم
ہوا۔ کہ تباہ ہونے والی ہے۔ تو انہوں نے خدا تعالےٰ کے حضور عرض
کی۔

"کیا تو نیک کو بد کے ساتھ ہلاک کرے گا۔ شاید پچاس صادق
اس شہر میں ہوں۔ کیا تو اسے ہلاک کرے گا۔ اور ان پچاس صادقوں
کی خاطر جو اس کے درمیان ہیں۔ اس مقام کو نہ چھوڑے گا۔
ایسا کرنا تجھ سے بعید ہے۔ کہ نیک کو بد کے ساتھ مار ڈالے اور
نیک بد کے برابر ہو جائیں۔ یہ تجھ سے بعید ہے۔ کہ تمام دنیا کا

انصاف کرنے والا انصاف نہ کرے گا۔ اور خداوند نے کہا۔ کہ اگر میں سدوم میں شہر کے درمیان پچاس صادق پاؤں۔ تو میں انکے واسطے تمام مکان کو چھوڑوں گا تب ابراہام نے جوابدیا اور کہا۔ کہ اب دیکھ میں نے خداوند سے بولنے میں جرأت کی۔ اگرچہ میں خاک اور راکھ ہوں۔ شاید پچاس صادقوں سے پانچ کم ہوں کیا ان پانچ کے واسطے تو تمام شہر کو نیست کرے گا۔ اور اس نے کہا۔ اگر میں وہاں پینتالیس پاؤں تو نیست نہ کروں گا۔ پھر اس نے اس سے کہا۔ کہ شاید وہاں چالیس پائے جائیں۔ تب اس نے کہا۔ کہ میں ان چالیس کے واسطے بھی نہ کروں گا۔ پھر اس نے کہا۔ میں منت کرتا ہوں۔ کہ اگر خداوند خفا نہ ہوں۔ میں پھر کہوں شاید وہاں تیس پائے جائیں۔ وہ بولا۔ کہ اگر میں وہاں تیس پاؤں تو میں یہ نہ کروں گا۔ پھر اس نے کہا۔ دیکھ میں نے خداوند سے بات کرنے میں جرأت کی۔ شاید وہاں بیس پائے جائیں۔ وہ بولا میں بیس کے واسطے بھی اسے نیست نہ کروں گا۔ تب اس نے کہا میں منت کرتا ہوں۔ کہ خداوند خفا نہ ہوں۔ تب میں فقط اب کی بار پھر کہوں۔ شاید وہاں دس پائے جائیں۔ وہ بولا۔ میں دس کے واسطے بھی اسے نیست نہ کروں گا“

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نیک بندوں کے اپنی قوم سے تعلقات قائم رہتے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے قوم عذاب الٰہی سے بچ سکتی ہے حضرت مسیح موعود کے الہام میں جو کاٹا گیا کے الفاظ ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ

افغانستان کیلئے ایک وقفہ

ہے۔ جس کے بعد اس کے لئے عذاب مقدر ہے۔ ورنہ شہید اپنی قوم سے کاٹے نہیں جاتے۔ بلکہ ان کا تعلق قائم رہتا ہے۔ یہ قطع تعلق وقفہ پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ وقفہ ہو جس میں آب پاشی ہو۔ اور اور شاخیں پیدا ہوں پھر اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ شاخیں یہاں تیار ہوں۔ کیونکہ یہ کہا گیا ہے کہ اس شاخ کو یہاں لگا دو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بارے میں سکیم یہاں سے تیار کرکے بھیجنی پڑے گی؛

پس یہ رویا نہ صرف ایک عظیم الشان واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور یہ الہام نہ صرف ایک اور واقعہ شہادت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بلکہ اس سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ ایک وقفہ ہوگا۔ اور اس بارے میں یہاں سکیم تیار کرنی چاہیئے۔ اب موجودہ زمانہ میں ایسا ہی ہے۔ گو مولوی نعمت اللہ خانصاحب شہید کا واقعہ الیم

دردناک واقعہ

ہے۔ کہ جب کبھی اس کی طرف خیال کیا جائے۔ طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر کام کرنے والا انسان ہو۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ اپنے جذبات کو سنبھالے۔ اور انہیں قابو میں رکھے۔ اسی طرح اگر کسی قوم نے کام کرنا ہو۔ تو اس کے لئے بھی ضروری ہے۔ کہ اپنے جذبات اور احساسات کو روک کر رکھے۔

آنکھوں کے آنسو

خدا تعالےٰ نے ایسا پانی پیدا کیا ہے۔ کہ جو دل کی آگ کو بجھائے مگر جب انسان کا منشا یہ ہو۔ کہ دل کی آگ کو بجھاتا نہیں۔ بلکہ اور زیادہ بھڑکانا ہے۔ تو ضروری ہے۔ کہ آنسوؤں کو روکے۔ بے شک بچہ کی موت پر انسان رو سکتا ہے۔ کیونکہ بچہ کی یاد کو قائم رکھنے والی کوئی چیز نہیں۔ اور اس وجہ سے اس کی موت نے جو آگ پیدا کی ہے۔ اسے بجھے دینا چاہیئے۔ اسی طرح میاں بیوی کے مرنے پر اور بیوی میاں کے مرنے پر رو سکتے ہیں۔ اور اپنی آنکھ کے آنسوؤں سے

جدائی کی آگ

کو کم کر سکتے ہیں۔ مگر وہ شخص جس نے خدا کو جان دی۔ اور جو خدا کے رستہ میں مارا گیا۔ اس کے نام اور کام کو بھی نہیں بھلایا جا سکتا اس کا یاد رکھنا ہمارا فرض اور بہت بڑا فرض ہے۔ اور جن لوگوں نے۔ نہیں۔ میں اس بات کا قائل نہیں۔ جن خیالات اور احساسات نے۔ جس گندی تربیت نے۔ جن غلط عقائد نے اس کے قتل کی تحریک کی۔ اگر ان خیالات۔ اس تربیت اور ان عقائد کو مٹانا ہمارا فرض ہے۔ تو ضروری ہے۔ کہ ہم اس واقعہ کو ہر وقت یاد رکھیں۔ اور اس کا بہترین ذریعہ یہی ہے۔ کہ اس کے ذریعہ اپنے اندر جوش پیدا کریں۔ اور پھر اس جوش کو دبائیں۔ نہ کہ آنسوؤں کے ذریعہ نکل جانے دیں۔ اس واقعہ کے متعلق

ہماری مثال

اس ہنڈیا کی سی ہو۔ جس کے نیچے آگ جل رہی ہو۔ اوپر سے ڈھکنا بند ہو۔ اور سارا جوش اس کے اندر محفوظ ہو۔ نہ یہ کہ ڈھکنا اٹھا دیا جائے۔ اور جوش نکل جائے۔

پس چونکہ نعمت اللہ خاں صاحب شہید کی شہادت دین کی خدمت کے لئے ہوئی ہے۔ اس لئے باوجود طبائع میں جوش اور طبیعت کے رقت کی طرف فطرتاً مائل ہو جانے کے جہاں ایسا موقع ہو۔ وہاں اس

جوش اور رقت

کو دبانا چاہیئے۔ ورنہ اس کے یہ معنی ہونگے۔ کہ ہم اس جوش کو مٹانا چاہتے ہیں۔ جو اس واقعہ نے پیدا کیا ہے۔ دیکھو دوران لڑائی میں کوئی شخص نہیں روتا۔ خواہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا بیٹا ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہو۔ یا اس کا بھائی ریزہ ریزہ ہو رہا ہو۔ یا اس کے باپ کی گردن دشمن اتار رہا ہو۔ ہاں لڑائی کے بعد اس کے آنسو نکلیں گے۔ کیونکہ آنسو اس بات کی علامت ہیں۔ کہ کام ہو چکا۔ اب آرام کا وقت ہے۔ پس ہمیں اپنے آنسوؤں کو اس وقت تک روکنا چاہیئے۔ جب تک ہم اس واقعہ کے

حقیقی انتقام

سے فارغ نہ ہو لیں۔ جس کا لینا ہر ایک مومن کا فرض ہے۔ دیکھو خدا تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء۔ کہ شہید مرتا نہیں۔ جہاں خدا تعالےٰ کے اس کلام میں ایک نہایت لطیف امر کی طرف اشارہ ہے۔ وہاں اس طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ جن کے کام کی شراکت کرتے ہوئے شہید جان دیتا ہے وہ چونکہ اس کے کام کو جاری رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ زندہ ہوتا ہے وہ آنسوؤں سے اس کی یاد بھلانا اور اس کے کام کے نقش کو مٹانا نہیں چاہتے۔ اس آگ کو جو اس کی شہادت نے پیدا کی۔ اس جلن کو جو اس کی جدائی نے پیدا کی۔ اور اس سوزش کو جو اس کے فراق نے پیدا کی۔ مٹانا نہیں چاہتے۔ کیونکہ جہاں وہ آگ۔ وہ جلن اور وہ سوزش تکلیف دہ ہے۔ وہاں وہ ہمتوں کو بلند کرنے والی حوصلوں کو بڑھانے والی۔ اور کام میں مدد دینے والی ہے۔ وہ اس کی شہادت کے ساتھ زندگی میں ہی خود شہادت قبول کرتے ہیں۔ وہ اپنے نفس کے جذبات کو مارتے اور آنسو بہا کر اپنے نفس کو آرام نہیں دینا چاہتے تب ان میں وہ جوش وہ ارادہ اور وہ قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے ساتھ تمام بڑے بڑے کام دنیا میں کئے جاتے ہیں۔ ان کی مثال انجن کی سی ہوتی ہے۔ جس میں سٹیم جمع ہو کر بڑے بڑے کام کرتی ہے لیکن اگر سٹیم کو نکل جانے دیا جائے۔ تو وہ انجن جو بہت سی گاڑیوں کو کھینچتا ہے۔ خود بھی نہیں چل سکتا۔ پس ہمیں اپنے جوشوں اور جذبات کا مفید استعمال کرنا چاہیئے۔ نہ کہ آنسو بہا کر آرام حاصل کرنا چاہیئے۔ یاد رکھو۔ وہ پانی جو بہ گیا۔ وہ بہ گیا۔ لیکن جسے روک لیا جائے۔ وہ بڑے بڑے عظیم الشان کام کرتا ہے۔ پس یہ جذبات جو واقعہ شہادت سے ہمارے اندر پیدا ہوئے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور وہ خیالات ناپاک۔ وہ عقائد باطلہ اور وہ تربیت خراب جنکی وجہ سے اس قسم کے واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ ان کے مقابلہ کے لیے تیار ہو جانا چاہیئے؛

میرے نزدیک کابل کے علماء۔ یا امیر امان اللہ خاں صاحب یا امیر حبیب اللہ خاں صاحب۔ یا امیر عبد الرحمٰن خانصاحب۔ مولوی نعمت اللہ خاں صاحب۔ صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب اور ملا عبد الرحمٰن صاحب کے قتل کرنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے

اصل قاتل

وہ گندے خیالات اور وہ غلط عقیدے اور وہ خراب تربیت ہے۔ جو ان لوگوں کی ہوئی۔ اگر ان باتوں کو بدل دو۔ تو گویا اس کیساتھ ہی یہ لوگ بھی بدل جائیں گے۔ یہی مولوی جو بڑے زور شور سے اس قتل کی حمایت کر رہے ہیں۔ اگر آج عیسائی ہوتے۔ اور انہیں

سمجھا جاتا۔ کہ نیک نامی ایک اچھی چیز ہے۔ اسے ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ تو کیا یہی کابل کے علماء اس قتل کے خلاف آواز نہ اٹھاتے اسی طرح اگر یہی امیر امان اللہ خاں صاحب ان وحشیانہ خیالات سے جدا ہو جائیں۔ یا امیر حبیب اللہ خاں صاحب ان سے جدا ہو جاتے۔ تو کبھی مولوی نعمت اللہ خاں صاحب اور سید عبداللطیف صاحب کے قتل کی اجازت نہ دیتے۔ پس ان شہیدوں کے قاتل امیر امان اللہ خانصاحب اور امیر حبیب اللہ خاں صاحب یا علماء کابل نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے قاتل وہ جہالت اور وہ غلط خیالات ہیں۔ جو اس ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود اسکے ہمارے اندر انتقام کی خواہش پھر بھی موجود ہے۔ اور ہونی چاہیئے۔ اور ہمارا جوش پھر بھی بڑھتا ہے۔ اور بڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ چیز جو ہمارے بھائیوں کو ایذا دینے والی ہے۔ وہ موجود ہے۔ اور اس کو مٹانا ہمارے لئے ضروری ہے۔ انتقام ایک ایسا جذبہ ہے۔ جو خدا تعالے نے انسان میں اس کے فائدہ کیلئے پیدا کیا ہے۔ مگر اس کے لئے نہایت ضروری امر ہے۔ کہ معلوم کیا جائے۔

انتقام کس سے لینا ہے

اس بات کا پتہ لگائے بغیر اگر غلط طور پر اس جذبہ کا استعمال کیا جائے تو انسان خود مجرم بن جاتا ہے۔ دیکھو اگر ایک شخص جس کے باپ کو کسی نے مار دیا ہو۔ بغیر اپنے باپ کے قاتل کا پتہ لگائے کسی اور کو قتل کر دے۔ تو اسے اس لئے برا نہیں سمجھا جائے گا۔ کہ اس نے بدلا کیوں لیا۔ بلکہ اس لئے برا سمجھا جائے گا۔ کہ اس نے غیر سے بدلا لیا۔ اسی طرح ان مظالم میں جو ہمارے بھائیوں پر کابل میں ہوئے۔ ہمارے مدنظر کوئی انسان نہیں۔ جس سے ہمیں انتقام لینا ہے۔ کیونکہ وہ تو بندہ ہے۔ چند ناپاک اور غلط خیالات کا۔ وہ تو ہتھیار ہے غلط اور نادرست عقائد کا۔ اور کیا کبھی کسی نے تلوار سے بھی بدلا لیا ہے۔ نہیں بلکہ تلوار چلانے والے سے بدلا لیا جاتا ہے۔ پس ہمارا مجرم وہ جہالت ہے۔ جس میں ہمارے بھائیوں کے قاتل مبتلا ہیں ہمارا مجرم وہ غلط عقائد ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ ایسے فعل کر رہے ہیں پس انتقام ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا جذبہ ہے۔ اور ہم اس جذبہ کو مٹانے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ خواہ ساری دنیا ہی اسے برا کیوں نہ کہے۔ اور ہمارے جو بھائی کابل میں شہید کئے گئے ہیں۔ ان کا

انتقام لینا ہم پر فرض

ہے۔ مگر [illegible] سے نہیں۔ بلکہ وہ انتقام ان بدخیالات اور ان جہالتوں سے لینا ہے۔ جو کابل میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور وہ انتقام یہی ہے۔ کہ ان غلط خیالات اور بدعقائد کو مٹائیں۔ جن کی وجہ سے ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ اور جب تک ہم ایسا نہ کریں۔ اسوقت تک ہم یہ کہنے کے مستحق نہیں ہیں۔ کہ ہمیں ان شہیدوں سے تعلق ہے اور ان کے مرنے پر افسوس کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ چیز جو ان کے قتل کی وجہ ہے۔ اسے سامنے دیکھکر خموش بیٹھنے کے یہ معنی ہونگے۔ کہ ہمیں اپنے شہیدوں سے انس اور محبت نہیں ہے۔ پس ہمارا فرض ہے۔ اور

ہماری غیرت کا تقاضا

ہے۔ کہ اس وقت تک آرام نہ کریں۔ جب تک ان چیزوں کو مٹا نہ لیں۔ جو ہمارے بھائیوں کے قتل کا باعث ہیں۔ اس کی طرف میں اس وقت توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ مگر یہ وہ انتقام ہے جس کے لئے کابل یا خوست جانے کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان سے باہر نکلنے کی حاجت نہیں۔ بلکہ اس کے لئے اپنے گاؤں۔ اپنے محلہ اپنے گھر بلکہ اپنے نفس سے بھی باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ مفسد اس کے دل۔ اس کے گھر۔ اس کے محلہ اور اس کے ملک میں بھی موجود ہیں۔ یا زیادہ واضح الفاظ میں یوں کہدوں۔ کہ صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب اور مولوی نعمت اللہ خاں صاحب شہید کے قاتل کابل میں ہی نہیں ہیں۔ بلکہ انسان کے اپنے نفس میں اپنے رشتہ داروں میں۔ اپنے محلہ میں اپنے شہر میں موجود ہیں۔ پس یہ کسی افغان کا ہی فرض نہیں۔ کہ ان

شہیدوں کا انتقام

لے۔ وہ شخص ہمارے ساتھ افغان ہونے کی حیثیت سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ بلکہ احمدی ہونے کی حیثیت سے تعلق رکھتے تھے۔ اسوجہ سے وہ افغان نہ تھے۔ بلکہ احمدی تھے۔ اس لئے جو بھی احمدی ہو وہ ان کا رشتہ دار ہے۔ پس انتقام لینے کے لئے ہماری جماعت کا کوئی فرد یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں پٹھان نہیں۔ میں پشتو نہیں جانتا۔ اس امر کی ضرورت اس وقت ہوتی جب ہمارے شہیدوں کے پٹھان قاتل ہوتے۔ امیر امان اللہ خاں صاحب قاتل ہوتے۔ ان کے قاتل تو روحانیت کی کمی۔ اسلام سے بُعد اور جہالت کی فراوانی ہے اور یہ ہر جگہ موجود ہے۔ اسے قتل کرنا چاہیئے۔ پس ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ کہ ان خونوں کا انتقام لے۔ اور ہر ایک احمدی کے سامنے یہ قاتل موجود ہیں۔ اگر وہ انہیں قتل نہیں کرتا۔ تو اسے اپنے شہیدوں سے کوئی ہمدردی نہیں۔ اور اگر قتل کرتا ہے۔ تو گھر بیٹھے بدلا لے لیتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ جہاں کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے۔ وہاں سے اس کا خاص تعلق ہوتا ہے۔ دعا ہر جگہ ہی ہوسکتی ہے۔ لیکن جہاں کوئی مدفون ہو۔ وہاں دعا کرتے وقت خاص جوش [illegible] ہوتا ہے۔ اسی طرح مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی شہادت کا واقعہ جہاں ہوا ہے۔ وہاں سے ساتھ ایسا تعلق ہے۔ کہ جو کبھی جدا نہیں ہوسکتا۔ اور جب بھی

کابل کا نام

مولوی نعمت اللہ خاں صاحب کا نام اور امیر امان اللہ خانصاحب کا نام ہمارے کانوں میں پڑے گا۔ ہمارے جذبات کے باریک تاروں کو ہلا کر ایسی آواز پیدا کرے گا۔ جو نہایت ہی رقت آمیز اور درد انگیز ہوگی۔ اس لئے

اس علاقہ کی طرف خاص توجہ

کرنی چاہیئے۔ مگر جو لوگ اس طرف نہیں جا سکتے۔ ان کی میں ادھر توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ کہ ان کے گھروں میں ان کے محلوں میں ان کے شہروں میں قاتل موجود ہیں۔ ان کی طرف توجہ کریں میں نہیں سمجھ سکتا۔ کوئی شخص اپنے آپ کو انسان کہلاتے ہوئے آدم کی اولاد میں اپنے آپ کو شامل کرنے کا مستحق ہوسکتا ہے۔ جب تک اس کے جذبات اور احساسات ایسے نہ ہوں۔ کہ وہ ان کے ذکر کو تازہ رکھے۔ جنہوں نے اس کی خاطر اپنے خون کو پانی کی طرح بہایا۔ اور اپنے سر کو کٹایا۔ اپنے سارے وقت اور سارے آرام و آسائش کو کلی طور پر اس دنیا سے منقطع کر لیا ہو۔ ایسے انسانوں کی یاد کو اگر کوئی شخص تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد تازہ نہیں کرتا۔ تو یقیناً وہ دنیا کی ادنیٰ ترین مخلوقات سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ کتے میں بھی وفا پائی جاتی ہے۔ اور بہت سے ایسے واقعات سنے جاتے ہیں۔ کہ کوئی شخص مارا گیا۔ تو اس کا کتا بھوکا پیاسا اس کی لاش کے پاس پڑا پڑا مر گیا۔ جب کتوں میں بھی اس قدر وفا پائی جاتی ہے۔ تو انسان میں وفا کیوں نہ ہو۔ پس اگر ہم اپنے آپ کو انسان ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ جنہوں نے ظاہر طور پر جان دے دی یا اپنے قلوب پر موت وارد کی۔ یعنی خواہ انہوں نے جسمانی قربانی کی۔ خواہ اپنے ہر قسم کے آرام اور خواہش کو قربان کر کے شہیدوں میں داخل ہوگئے۔ ان کی یاد کو تازہ رکھیں۔

پس میں اپنی جماعت کے لوگوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ خصوصاً ان لوگوں کو جن سے ہمارے شہیدوں کو جسمانی اور وطنی تعلق تھا۔ یعنی افغانستان کے باشندوں کو۔ میں نے بتایا ہے۔ ہم ان ملکوں کو چھوڑ نہیں سکتے۔ جہاں ہمارے شہیدوں کا خون [illegible] گرا ہے اور احساسات کو کوئی چیز کاٹ نہیں سکتی۔ جب بھی یہ

چار حرف ک۔ا۔ب۔ل

[illegible] ہمارا دل خواہ کتنا ہی غفلت میں کیوں نہ ہو۔ اس میں ایک ہیجان پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے [illegible] کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے اور اسے بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ مگر جو لوگ وہاں نہیں جا سکتے وہ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ کچھ لوگوں نے جو زندگیاں وقف کر دی ہیں۔

اشتہارات

بعدالت جناب اے ایل گارڈن واکر صاحب
آئی۔ای۔ایس بیرسٹرایٹ لاء ڈسٹرکٹ جج
انچارج لکویڈیشن ورک لاہور

بمعاملہ انڈین کمپنی ایکٹ ۷ء ۱۹۱۳ء اور سٹینڈرڈ بنک آف انڈیا لمیٹڈ ان لکویڈیشن میکلیگن روڈ۔ لاہور

مندرجہ بالا کمپنی کے قرضخواہوں کو چاہیئے۔ کہ وہ ۱۰ جنوری ۱۹۲۵ء کو اس سے قبل اپنے نام اور پتے معہ اپنے قرضوں اور مطالبات کے متعلق ضروری تفصیلات اور اگر ان کے کوئی وکیل ہوں۔ تو ان کے نام اور پتے لالہ مدن گوپال ایم۔اے۔ وکیل ہائی کورٹ لاہور۔ آفیشل لکویڈیٹر آف کمپنی مذکور کے نام بھیج دیں۔ اور اگر آفیشل لکویڈیٹر موصوف کی طرف سے ان کو کوئی تحریری نوٹس پہنچے۔ تو وہ اپنے وکلاء اور پلیڈروں کو ساتھ لے کر تاریخ مقررہ در نوٹس مذکور کو لاہور کی ڈسٹرکٹ کچہری میں حاضر ہو جائیں اور اپنے قرضوں اور مطالبات کو ثابت کریں۔ ورنہ خلاف ورزی کرنے والوں کو ایسے قرضوں کے ثبوت سے پہلے اگر کوئی تقسیم ہوئی۔ تو اس کے فوائد سے محروم رہنا پڑے گا۔ صاحب ڈسٹرکٹ جج کی کچہری لاہور میں ایسے قرضوں اور مطالبات کے ثبوت کیلئے سماعت اور فیصلے کے لئے ۱۷ جنوری ۱۹۲۵ء کو ۱۰ بجے کا وقت دیا جائے گا۔ مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۲۴ء

دستخط۔ اے۔ ایل۔ گارڈن واکر۔ ڈسٹرکٹ جج۔ انچارج لکویڈیشن ورک لاہور۔

نکاح مطلوب ہے

میں ایک احمدی ہوں۔ عمر ۵۰۔ ۴۵ کے درمیان ہے۔ قوی مضبوط بدن تندرست ہے۔ جائداد دس ہزار روپیہ کی پنجاب میں ہے۔ اور نہر جراؤ سندھ پر مربعہ زمین مزروعہ ہے۔ شادی کی ضرورت بباعث فوت ہوجانے پہلی بیوی کے ہے۔ راہو خان سفید پوش چک ۲۰ ڈاکخانہ شنشہ جان محمد خان۔ ضلع تھرپارکر۔ سندھ

ضرورت رشتہ

میرے ایک رشتہ دار۔ ڈسٹرکٹ اسسٹنٹ سرجن ۸۰ روپیہ ماہوار آمد پہلی بیوی کے مرجانے کے باعث دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں۔ باکرہ دوشیزہ کی کوئی قید نہیں۔ جملہ امور دریافت طلب پتہ ذیل سے معلوم فرمادیں

خاکسار۔ اللہ دتا جالندھری (مولوی فاضل) قادیان

دنیا میں بے نظیر تحفہ حب اٹھرا
اٹھرا کیا ہے

جن کے بچے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں یا مردہ پیدا ہوں۔ یا وقت سے پہلے حمل گر جاتا ہو۔ اس کو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔ اور طب میں اسقاط حمل کہتے ہیں۔ اس مرض کے لئے مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب شاہی حکیم کی مجرب حب اٹھرا اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ یہ گولیاں آپ کی مجرب و مقبول و مشہور ہیں۔ یہ ان گھروں کا چراغ ہیں۔ جو اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن کر بیاولاد بچوں سے خالی تھے۔ اور وہ مایوس انسان جو اولاد زندہ نہ رہنے کے باعث سینہ رنج وغم میں مبتلا تھے۔ وہ خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان لاثانی گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین۔ خوبصورت۔ اٹھرا کے اثرات سے بچا ہوا صحیح سلامت و مضبوط پیدا ہو کر طبعی عمر پانے والا۔ والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک دل کی راحت ہوگا۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنہ (عہ) شروع حمل سے اخیر ایام رضاعت تک قریباً چھ تولہ خرچ ہوتی ہیں۔ جو ایک دفعہ منگوائے ہر فی تولہ ایک روپیہ (عہ) لیا جائیگا۔

المشتہر

عبدالرحمن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے ولایت کے تین معرکۃ الآراء لیکچر

رسول کریم اور آپکی تعلیم مختصر سی سوانح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمائے ہیں۔ ۳ر

پیغام آسمانی نہایت دلچسپ اور موثر پیرایہ میں حضرت احمد جری اللہ کا پیغام دیا گیا ہے۔ ۲ر

سیاسی لیکچر گورنمنٹ برطانیہ اور ہندوستانی رعایا کے باہم تعلقات کے ارتباط پر مفید تجاویز اور کشیدگی کے اسباب کو کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ ۱ر

نئی کتب کی اور نئی طرز کی فہرست کتب سلسلہ حقہ

جس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہر ایک کتاب کی تاریخ اشاعت و تصنیف بھی ساتھ ساتھ درج کی گئی ہے۔ پتہ ذیل سے مفت طلب کرو۔

کتاب گھر قادیان

المشتہر امانت الشافی

جوہر شفاء یعنی نئی زندگی

یہ خشک سفوف ہے۔ جس کا تجربہ دس سال تک کیا گیا ہے۔ پرانا بخار و کھانسی خشک یا تر بلغم خون آتا ہو۔ سل کے کیڑوں کو فنا کرتا ہے۔ تپ دق کو جس سے حکیم و ڈاکٹر بھی عاجز ہوں۔ مرد و عورت سب کو یکساں مفید۔ قیمت نہایت کم۔ جو سو روپے کو بھی مفت۔ فی تولہ علاوہ محصولڈاک۔ جو ایک ماہ کو کافی ہے۔ حکیموں کو بھی اس کا مطب میں رکھنا ضروری ہے۔ پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ ہوتا ہے۔

المشتہر:۔ الیس عزیز الرحمن قادر بخش انجینئر قادیان

پیٹ کی جھاڑو

یہ نسخہ حضرت مسیح موعود کا بنایا ہوا ہے۔ جو امراض شکم خاصکر قبض کیلئے بہت مفید ہے۔ آپ نے فرمایا یہ پیٹ کی جھاڑو ہے۔ آپ کے والد صاحب مرحوم نے اس نسخہ کو ستر برس کی عمر تک استعمال کیا۔ اور قبض اور پیٹ کی صفائی کیلئے بہت مفید پایا۔ اس لئے کم از کم اس کی یکصد گولیاں احباب کے پاس ضرور ہونی چاہئیں۔ تاکہ ایسے موقعوں پر کام آویں۔ صرف ایک گولی شام کو سوتے وقت نیم گرم پانی یا دودھ کے ہمراہ استعمال فرمائیں انشاء اللہ شکایت دور ہو جائیگی۔ قیمت فی صد معہ محصول ۸ر

عزیز ہوٹل قادیان

لوگ موتیوں کے سرمہ کے گرویدہ ہیں

اس لئے کہ ضعف بصر۔ ککرے۔ خارش چشم۔ جالا۔ پھولا۔ جالا۔ پانی بہنا دھند۔ غبار۔ پڑبال۔ ابتدائی موتیا بند غرضیکہ آنکھوں کی جملہ بیماریوں کیلئے اکسیر ہے۔ اسکا استعمال آنکھوں کو عینک سے نجات دلانے کے علاوہ آئندہ بیماری سے محفوظ رکھتا ہے۔ قیمت فی تولہ عہ محصولڈاک علاوہ۔ یا بچوتے کے خریدار کو محصولڈاک معاف۔ لاکھ شہادتوں کی شہادت جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ جناب علامہ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب مبلغ بلاد یورپ و جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ فرماتے ہیں۔ کہ موتیوں کا سرمہ میں نے لڑکوں کے واسطے استعمال کیا اور بہت مفید پایا۔

ملنے کا پتہ

مینیجر کارخانہ موتیوں کا سرمہ نوربلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

ضرورت ہے

دنیا بھر کی مشین سیویاں کے ایسے خریداروں کی جو بعد استعمال مشین سارٹیفکیٹ ارسال فرماکر مشکور فرماویں قیمت مشین سوراخ چھلنی ۱۲۰ پالش شدہ شے

مینیجر کارخانہ مشین سیویاں قادیان پنجاب